پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام

’’چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر‘‘

نظریہ انفرادیت کے تحت سامراجی نظامِ زندگی کے دو بنیادی اصول ہیں۔ جن میں سے ایک جمہوریت ہے اور دوسرا نظامِ سُود۔ اگر اس مکروہ نظام کو کسی گدھ سے تشبیہہ دی جائے تو یہ دونوں اصول اس نظام کے پروں کے مصداق ہیں، جن کے بل بوتے پر فضائے مکروریا میں یہ سامراجی گدھ محوِ پرواز رہ کر ظلم وستم کا شکار ہونے والے غریب ومفلوک الحال لوگوں کی لاشوں کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ جمہوریت امراء ورؤساء کا وہ ہتھکنڈہ ہے، جس سے معاشرے کے غریب ولاچار لوگوں کا شکار کاروبار بن جاتا ہے۔ غربت بڑھتی ہے اور امارت پروان چڑھتی ہے۔ امیر اور غریب کے درمیان فرق کی خلیج روز بہ روز بڑھتی ہی چلی جاتی ہے اور معاشرہ معاشی ابتری کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ سامراجی معاشرے کے اندر سُود ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے وسیلے سے غریبوں کا استحصال واستیصال ہوتا ہے۔ اور یوں پورے معاشرے کی دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہ چند ہاتھ حکومت کے ساتھ مل کر قومی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے رہتے ہیں۔ اور پھر اس لوٹی ہوئی دولت سے معاشرے کے اندر عیاشی ہوتی ہے۔ تبذیر پر بے پناہ دولت خرچ ہوتی ہے۔ اسراف دولت کی نمود ونمائش کا وسیلہ بن کر معاشرے کے غریب لوگوں میں احساسِ غربت پیدا کر دیتا ہے۔ غربت اور احساسِ غربت میں بھی فرق ہے۔ غربت انسان کو اتنا تنگ نہیں کرتی جتنا احساسِ غربت تنگ کرتا ہے۔ انسان غربت کا صبر اور شکر کے ذریعے مقابلہ کر لیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ دین کا وعدہ ہے کہ کم آمدنی کم اعمالِ صالحہ کے باوجود ہماری بخشش کا ذریعہ بنے گی۔ اس لیے اسے دل وجان سے قبول کر لینا اللہ کی رضا کا وسیلہ بن جائے گی۔ اصل مسئلہ احساسِ غربت کا ہے۔ جب ناجائز ذرائع سے کمائی ہوئی دولت کی معاشرے کے اندر نمائش ہوتی ہے تو پھر احساسِ غربت پیدا ہوتا ہے۔ غربت تو افغانستان کے اندر طالبان کے دور میں بھی تھی لیکن وہاں احساسِ غربت نہیں تھا۔ اس لیے لوگ سمجھتے تھے کہ ہمارا امیر المومنین اگر دری پر بیٹھ کر لسّی کے ساتھ روٹی کھا رہا ہے تو ہمیں تنور پر بیٹھ کر پانی کے ساتھ روٹی کھانے میں کیا تکلیف ہے۔ ہماری طرح وہاں قصرِ صدارت اور وزیرِ اعظم ہاؤس نہیں تھے۔ جن کے سالانہ اخراجات کروڑوں سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔

ہمارا معاشرہ جس میں ہم پاکستانی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ معاشی ابتری کا بری طرح شکار ہو چکا ہے۔ جن کے پاس دولت ہے۔ وہ دولت کو معاشرے میں اچھالتے پھرتے ہیں۔ غربت کا منہ چڑاتے ہیں۔ غریبوں سے کہتے ہیں کہ تم

ہمارے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہو۔تمہارا کام فقط ہماری خدمت کرنا ہے۔ہمیں ووٹ دینا اور اقتدار پر بٹھانا ہے‘ جس کے بعد تمہارا کام ختم ہو جاتا ہے اور ہمارا کام شروع ہوتا ہے۔تم ہمارے یمین و یسار میں بیٹھ کر ہماری خوشامد میں زمین و آسمان کے قلابے ملاؤ۔ہماری مرضی ہوگی تو ہم تمہیں کھانے کے لیے کچھ دے دیں گے۔تمہاری روزی ہماری خوشنودی کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہے اور یہ ہیں سامراجی معاشرے کے برگ و بار جو اس وقت پاکستانی معاشرے میں ہمارے سامنے ہیں۔

حرام کی کمائی حرام کی راہ پر خرچ ہو رہی ہے۔''مال حرام بود بہ جائے حرام رفت'' کے مصداق عیاشی وفحاشی پر دولت ضائع کی جا رہی ہے۔خود موجودہ حکومت ایسے کاموں کی سرپرستی میں مصروف ہے جن سے عیاشی و فحاشی کو فروغ حاصل ہوتا ہے کہ لوگ ناچ گانوں میں مست ہو جائیں۔میلے ٹھیلے منائیں،عورت اور مرد کے درمیان جو حیا کی چادر ہے‘ اسے اٹھا دیا جائے تا کہ کھل کر جنسی ہولی کھیلی جا سکے۔دوسری طرف غربت کی چکی میں پسے ہوئے انسان معاشی طور پر اتنے کنگلے ہو جائیں کہ ان کے منہ سے ظلم کے خلاف احتجاج کا ایک حرف نہ نکل سکے۔

بسنت کا میلہ اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔حکومت نے جس طرح اس میلے کی سرپرستی کی ہے‘ وہ ہمارے سامنے ہے۔اربوں روپے اس عیاشی پر خرچ کر دیئے گئے۔بیس پچیس انسان موت کے گھاٹ اترے،سینکڑوں زخمی ہوئے۔لاہور میں چھے سو دکانیں جل کر راکھ ہو گئیں،۱۶ افراد ہلاک ہوئے جبکہ جنرل صاحب خود لاہور تشریف لائے اور بسنت کے میلے میں شریک ہو کر شغلِ پتنگ بازی سے پوری قوم کو سرفراز فرمایا اور اسی لاہور میں کئی انسان بغیر کچھ کھائے پیئے فٹ پاتھوں پر پڑے سوچ رہے تھے کیا ہم بھی انسان ہیں؟

پنجاب کے گورنر صاحب کا ایک بیان نظروں سے گزرا کہ اب یونیورسٹیوں کو محض ''فائن آرٹ'' تک محدود نہیں رہنا چاہیے۔یعنی ان علمی درس گاہوں میں ناچ اور موسیقی کی تعلیم بھی دی جانی چاہیے۔خود جنرل صاحب نے کراچی میں ضیاء محی الدین کی قیادت میں ایک ثقافتی محاذ کھولنے کا اعلان فرمایا ہے۔یہ نیا محاذ کیا گل کھلائے گا‘ ہم جانتے ہیں۔عورت کے تقدس کو مجروح کرنے کا ہر حیلہ بروئے کار لانا اس نئے ثقافتی محاذ کا سب سے بڑا مقصد ہوگا۔ظاہر ہے کہ جب حرام کی کمائی سے خزانہ مضبوط ہوگا تو عیاشی و فحاشی ہی آئے گی اور اپنے ساتھ ہر وہ وبا لائے گی جو انسانیت کی تباہی کا سبب بن سکے۔

ادھر ہماری صحافت ہزاروں کے سرکاری اشتہار بطور رشوت حکومت سے وصول کر رہی ہے اور حکومت کے ہر اخلاق سوز پروگرام کی تشہیر کے لیے سرگرم عمل ہے۔آج کے صحافیوں نے وہ گر سیکھ لیا ہے جس سے روپیہ کمانا آسان ہو جاتا ہے۔جھوٹ اور سچ دونوں کی ایک جیسی پذیرائی اخبارات کی زینت ہے۔آج کل کے اخباروں کا طرۂ امتیاز ہے کہ دونوں یعنی جھوٹ اور سچ عوام کے سامنے پیش کر دیئے جائیں۔غالباً اسی کو دجل کہتے ہیں کہ پانی کے صاف و شفاف گلاس میں گندی مٹی کی ایک مٹھی ڈال دو۔مٹی تو مٹی ہے ہی پانی کی وقعت اس کی حیثیت و اہمیت ختم کر دو۔خوبصورت عورت کی

تصویر کے بغیر اخبار نہیں بکتا۔ جیسے پان والے کا پان نہیں بکتا' ویسے وہ رسالہ بھی نہیں بکتا جس میں عریاں لباس کی نمائش نہیں ہوتی ۔آج کسی اخبار کی ضمانت ضبط نہیں ہوتی ۔''البلاغ ،الہلال، کامریڈ، ہمدرد، آزاد، زمیندار، چٹان'' کا دور اب گزر گیا۔ محض ''لپ سروس'' کے طور پر زینت تقریر وتحریر بن چکا ہے۔قلم کاروں کو اخبار والے خرید لیتے ہیں اور انہی کے مطلب کی کہتے ہیں جن کے پیسے خرچ ہوتے ہیں۔

ادھرٹی وی کے سیلاب نے جو اخلاقی تباہی مچا رکھی ہے' اسے دیکھ کر سونامی کا طوفان یاد آجاتا ہے اور ان سب کاموں کے پیچھے خود ہماری حکومت کی کارستانیاں کام کر رہی ہیں۔ جو چاہتی ہے کہ پاکستان کے ہر شہری کے دل ودماغ سے اسلامی اقدار کو کھرچ کھرچ کر نکال دیا جائے۔ زندگی کے ہر شعبے سے دین اسلام کی تعلیمات سے دوری پیدا کرنا موجودہ حکومت اپنا فرضِ اوّلین سمجھتی ہے۔ مغرب کی تقلید میں اندھی ہوگئی ہے۔ امریکہ بہادر کی غلامی میں جو لطف، جو عیاشی اور جو مزہ برسرِ اقتدار طبقے کو حاصل ہے' وہ بھلا اسلام میں کہاں؟ اسلام میں تو حکمرانوں کی رات کی نینداور صبح کا چین دونوں ختم ہوجاتے ہیں۔ مغرب کی اندھی تقلید کرنے والے اگر ہماری بات نہیں مانتے تو علامہ اقبال جن کو مصورِ پاکستان کہتے ہو ان کی ہی سن لو۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں:

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

☆......☆......☆

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپئیر پارٹس
تھوک وپرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

0641-462501
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان